فتاویٰ امن پوری (قسط ۲۷۸)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

سوال: کیا نبی کریم ﷺ ہر شخص کے انجام کو جانتے ہیں؟

جواب: اللہ تعالیٰ کے سوا انجام کار سے کوئی واقف نہیں۔ کوئی نبی، ولی، فرشتہ کسی کے انجام سے باخبر نہیں۔ فرشتے اللہ تعالیٰ کے حکم سے مامور ہیں۔ کس کو، کہاں، کس حالت میں ہلاک کرنا ہے؟ فرشتوں کو یہ سب اللہ تعالیٰ خبر دیتا ہے، ورنہ بذات خود فرشتے کچھ نہیں جانتے، وہی جانتے ہیں، جو انہیں رب تعالیٰ بتاتا ہے۔

❁ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کا قول نقل فرمایا:

﴿سُبْحَانَكَ لَا عِلْمَ لَنَا إِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا﴾ (البقرة: ۳۲)

''(اللہ!) تو پاک ہے، ہمارے پاس وہی علم ہے، جو تو نے ہمیں سکھایا ہے۔''

❁ رسول اللہ ﷺ خود فرماتے ہیں:

وَاللّٰهِ مَا أَدْرِي وَأَنَا رَسُولُ اللّٰهِ مَا يُفْعَلُ بِي وَلَا بِكُمْ.

''اللہ کی قسم! میں اللہ کا رسول ہونے کے باوجود نہیں جانتا کہ میرے اور آپ کے ساتھ کیا ہوگا؟''

(صحيح البخاري: 7017)

جب رسول اللہ ﷺ کو اپنے اور دوسروں کے انجام کی خبر نہیں، تو کوئی دوسرا کیسے جان سکتا ہے؟

❁ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

''ایک یہودی عورت نے نبی کریم ﷺ اور چند صحابہ کو دعوت دی اور بھنی ہوئی بکری پیش کی، آپ ﷺ اور صحابہ کرام اسے کھانے لگے، رسول اللہ ﷺ نے ایک لقمہ لیا اور کھانا چھوڑ دیا، پھر آپ ﷺ نے صحابہ سے فرمایا: رک جائیں، اس بکری میں زہر ملایا گیا ہے۔ نبی کریم ﷺ نے یہودیہ سے پوچھا: تم نے مجھے زہر کیوں دیا؟ کہنی لگی: میں دیکھنا چاہتی تھی کہ اگر آپ نبی ہیں، تو یہ آپ کو نقصان نہ دے گی اور اگر آپ نبی نہ ہوئے، تو میں لوگوں کو آپ سے آرام دینا چاہتی تھی۔ سیدنا بشر بن براء رضی اللہ عنہ نے وہ زہر آلود کھانے سے لقمہ لے لیا تھا، اسی لیے (بعد میں) آپ رضی اللہ عنہ وفات پا گئے، تو رسول اللہ ﷺ نے اس یہودیہ کو (قصاصاً) قتل کر دیا۔''

(المستدرك للحاكم: 3/219-220، السّنن الكبرىٰ للبيهقي: 8/46، وسندهٗ حسنٌ)

اس حدیث کو امام حاکم رحمہ اللہ (۳/۲۱۹) نے مسلم کی شرط پر ''صحیح'' کہا ہے۔

اس حدیث سے یہ بات بہت واضح ہو جاتی ہے کہ نبی ﷺ عالم الغیب نہیں تھے، ورنہ آپ زہر آلود گوشت تناول نہ فرماتے، آپ کے صحابہ نے بھی یہ گوشت کھایا تھا، سیدنا بشر بن براء بن معرور رضی اللہ عنہ تو یہ گوشت کھانے کی وجہ سے شہید ہو گئے تھے، پھر اسی وجہ سے یہودیہ کو قتل کر دیا گیا، اب یہ کہنا تو ناممکن ہے کہ نبی کریم ﷺ کو علم تھا، مگر آپ نے جان بوجھ کر صحابی کو شہید کروا دیا۔

❁ نبی کریم ﷺ کے پاس رعل و ذکوان وغیرہ کے کچھ لوگ آئے اور مطالبہ کیا کہ کچھ معلم صحابہ ہمارے ساتھ بھیجئے، وہ ہمیں دین سکھائیں۔ آپ ﷺ نے اپنے ستر قاری

صحابہ ان کے ہمراہ روانہ کر دیے۔ ان لوگوں نے ان صحابہ کو بے دردی سے راستے میں ہی شہید کر دیا۔ تو انہوں نے نبی کریم ﷺ کے متعلق اللہ تعالیٰ سے دعا کی:

اَللّٰهُمَّ بَلِّغْ عَنَّا نَبِيَّنَا أَنَّا قَدْ لَقِينَاكَ فَرَضِينَا عَنْكَ، وَرَضِيتَ عَنَّا .

''اللہ! ہماری طرف سے اپنے نبی کو باخبر کر دے کہ ہم تجھ سے مل چکے ہیں، ہم تجھ سے راضی ہیں اور تو ہم سے راضی ہے۔''

(صحيح البخاري : 3064، صحيح مسلم : 677)

اگر نبی کریم ﷺ کے علم میں ہوتا کہ میرے اصحاب کے ساتھ یہ سلوک روا رکھا جائے گا، تو کبھی اپنے صحابہ کو ان لوگوں کے ساتھ نہ بھیجتے۔ پھر صحابہ نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ اے اللہ! اپنے نبی کو ہمارے انجام کی خبر دیجئے کہ وہ بخیر ہوا ہے، معلوم ہوا کہ صحابہ کا عقیدہ تھا کہ نبی کریم ﷺ کسی کے انجام سے باخبر نہیں ہے۔

❁ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے (بدر کی جنگ کے بعد) فرمایا:

مَنْ يَنْظُرُ مَا صَنَعَ أَبُو جَهْلٍ، فَانْطَلَقَ ابْنُ مَسْعُودٍ فَوَجَدَهُ قَدْ ضَرَبَهُ ابْنَا عَفْرَاءَ حَتّٰى بَرَدَ .

''کون ہے، جو دیکھے کہ ابوجہل کس حال میں ہے؟ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ گئے اور دیکھا کہ اس پر عفراء کے دو بیٹوں نے وار کیا ہے اور وہ دم توڑ چکا ہے۔''

(صحيح البخاري : 3962، صحيح مسلم : 1800)

❁ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿يَوْمَ يَجْمَعُ اللّٰهُ الرُّسُلَ فَيَقُولُ مَاذَا أُجِبْتُمْ قَالُوا لَا عِلْمَ لَنَا

إِنَّكَ أَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوبِ﴾(المائدة : ۱۰۹)

''جس دن اللہ تعالیٰ رسولوں کو جمع کرے گا اور پوچھے گا: تمہیں (قوم کی طرف سے) کیا جواب دیا گیا؟ وہ کہیں گے : ہمیں کچھ علم نہیں، تو ہی غیب کو خوب جاننے والا ہے۔''

امتوں کو ڈانٹنے کے لیے اللہ تعالیٰ انبیائے کرام سے پوچھے گا کہ تمہارے دنیا سے رخصت ہو جانے کے بعد تمہاری اُمت کس حد تک دین پر قائم رہی۔ انبیائے کرام لاعلمی کا اظہار کریں گے۔

سوال: کیا سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کا عمرو بن عبدِ ود سے مبارزہ ہوا؟

جواب: اس بارے میں کوئی روایت ثابت نہیں۔

سوال: کیا اہل بیت سے گناہ ہو سکتا ہے؟

جواب: انبیائے کرام علیہم السلام کے بعد کوئی معصوم نہیں۔ یہ اہل سنت والجماعت کا اتفاقی واجماعی عقیدہ ہے۔ بعض لوگ اہل بیت کو معصوم کہتے ہیں، اس پر ان کے پاس کوئی دلیل نہیں، یہ غلو پر مبنی عقیدہ ہے، جو نصاریٰ سے مستعار ہے۔

❁ سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے منسوب ہے:

الْمَعْصُومُ مِنَّا أَهْلِ الْبَيْتِ خَمْسَةٌ؛ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَفَاطِمَةُ، وَحَسَنٌ وَحُسَيْنٌ عَلَيْهِمَا السَّلَامُ.

''ہم اہل بیت میں پنج تن معصوم ہیں؛ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، (علی رضی اللہ عنہ)، فاطمہ، حسن، حسین۔''

(مُعجم ابن الأعرابي : 1593)

جھوٹی روایت ہے۔

① عمرو بن ابی مقدام ثابت ''ضعیف ومتروک'' ہے۔

② داود بن یحییٰ دہقان، ابو سلیمان کے متعلق ابن یونس رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَيْسَ بِشَيْءٍ، أَحَادِيثُهُ مَوْضُوعَةٌ .

''یہ کچھ بھی نہیں، اس کی احادیث جھوٹی ہیں۔''

(لسان المیزان لابن حَجَر : 426/2)

③ علاء بن صالح کا طارق بن شہاب سے سماع ممکن نہیں۔

④ اسحاق بن یزید کا تعین درکار ہے!

۞ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (۷۲۸ھ) فرماتے ہیں:

أَجْمَعَ جَمِيعُ سَلَفِ الْمُسْلِمِينَ وَأَئِمَّةِ الدِّينِ مِنْ جَمِيعِ الطَّوَائِفِ أَنَّهُ لَيْسَ بَعْدَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَحَدٌ مَّعْصُومٌ وَلَا مَحْفُوظٌ مِنَ الذُّنُوبِ وَلَا مِنَ الْخَطَايَا .

''تمام اسلاف امت اور تمام گروہوں کے ائمہ دین کا اجماع ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی بھی گناہوں اور غلطیوں سے معصوم ومحفوظ نہیں ہے۔''

(جامع الرّسائل :266/1)

۞ علامہ شوکانی رحمہ اللہ (۱۲۵۰ھ) فرماتے ہیں:

اِعْلَمْ أَنَّ أَوْلِيَاءَ اللّٰهِ غَيْرَ الْأَنْبِيَاءِ لَيْسُوا بِمَعْصُومِينَ؛ بَلْ يَجُوزُ عَلَيْهِمْ مَا يَجُوزُ عَلٰى سَائِرِ عِبَادِ اللّٰهِ الْمُؤْمِنِينَ .

''جان لیجئے کہ انبیائے کرام علیہم السلام کے علاوہ تمام اولیاء اللہ معصوم نہیں ہیں، بلکہ

دوسرے مومن بندوں کی طرح ان سے بھی خطا سرزد ہو سکتی ہے۔''

(قَطْر الوَلِيّ، ص 248)

سوال: کیا سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا معصوم ہیں؟

جواب: انبیاء کے علاوہ کوئی ہستی معصوم نہیں، سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا اپنے اوپر لگنے والی تہمت میں اللہ کی حفاظت سے محفوظ رہیں۔

❁ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

مَا كَانَ اللّٰهُ لِيَجْعَلَ عَائِشَةَ زَوْجَةً لِرَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَّا وَهِيَ طَيِّبَةٌ، لِأَنَّهُ أَطْيَبُ مِنْ كُلِّ طَيِّبٍ مِنَ الْبَشَرِ، وَلَوْ كَانَتْ خَبِيثَةً لَّمَا صَلَحَتْ لَهُ، لَا شَرْعًا وَلَا قَدَرًا، وَلِهٰذَا قَال : ﴿أُولٰئِكَ مُبَرَّؤُونَ مِمَّا يَقُولُونَ﴾ أَي هُمْ بُعَدَآءُ عَمَّا يَقُولُهُ أَهْلُ الْإِفْكِ وَالْعُدْوَانِ .

''اللہ تعالیٰ نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیوی اسی لیے بنایا کہ وہ پاکدامن تھیں، کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تمام انسانوں میں زیادہ پاکدامن ہیں۔ سیدہ ناپاک ہوتیں، تو شرعی طور پر آپ کی زوجہ ہوتیں، نہ آپ کے شایانِ شاں ہی ہوتیں۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿أُولٰئِكَ مُبَرَّؤُونَ مِمَّا يَقُولُونَ﴾ ''لوگوں کے الزامات سے یہ ہستیاں بری ہیں۔'' یعنی یہ اہل افک اور دشمنوں کی باتوں سے کوسوں دور ہیں۔''

(تفسير ابن كثير : 35/6)

❁ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿إِنَّ الَّذِينَ يَرْمُونَ الْمُحْصَنَاتِ الْغَافِلَاتِ الْمُؤْمِنَاتِ لُعِنُوا فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ﴾(النّور : ٢٣)

''جولوگ پاک دامن، بھولی بھالی مومن خواتین پرتہمت لگاتے ہیں، وہ دنیا اورآخرت میں ملعون ہیں، نیز ان کے لیے بہت بڑا عذاب تیار ہے۔''

❁ عالم اہل بیت سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

نَزَلَتْ فِي عَائِشَةَ خَاصَّةً .

''یہ آیت خاص سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں نازل ہوئی۔''

(تفسير ابن أبي حاتم : 2556/8، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (۷۲۸ھ) فرماتے ہیں:

قَدْ بَيَّنَ ابْنُ عَبَّاسٍ أَنَّ هٰذِهِ الْآيَةَ إِنَّمَا نَزَلَتْ فِيمَنْ يَقْذِفُ عَائِشَةَ وَأُمَّهَاتِ الْمُؤْمِنِينَ لِمَا فِي قَذْفِهِنَّ مِنَ الطَّعْنِ عَلٰى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَيْبِهٖ فَإِنَّ قَذْفَ الْمَرْأَةِ أَذًى لِزَوْجِهَا كَمَا هُوَ أَذًى لِابْنِهَا لِأَنَّهٗ نِسْبَةٌ لَهٗ إِلَى الدِّيَاثَةِ وَإِظْهَارٌ لِفَسَادِ فِرَاشِهٖ فَإِنَّ زِنَاءَ امْرَأَتِهٖ يُؤْذِيهِ أَذًى عَظِيمًا، وَلَعَلَّ مَا يَلْحَقُ بَعْضَ النَّاسِ مِنَ الْعَارِ وَالْخِزْيِ بِقَذْفِ أَهْلِهٖ أَعْظَمُ مِمَّا يَلْحَقُهٗ لَوْ كَانَ هُوَ الْمَقْذُوفُ .

''سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے واضح کر دیا ہے کہ یہ آیت (النور:۲۳) سیدہ عائشہ اور دوسری امہات المؤمنین رضی اللہ عنہن پر تہمت لگانے والوں کے بارے میں

نازل ہوئی ہے، کیوں کہ یہ درحقیقت رسول اللہ ﷺ پر طعن ہے۔ بیوی پر تہمت شوہر کے لیے تکلیف دہ ہوتی ہے، جیسا کہ بیٹے کے لیے ہوتی ہے، کیونکہ یہ اس کے گھٹیا پن اور بدنسل ہونے کی دلیل ہے۔ بیوی زنا کی مرتکب ہو، تو خاوند کے لیے رسوائی ہے۔ عین ممکن ہے کہ خود آدمی پر تہمت لگے، تو اسے اتنی رسوائی نہ ہو، جتنی اس کی بیوی پر تہمت لگنے سے ہوتی ہے۔''

(الصّارم المَسلول على شاتِم الرَّسول : 45/1)

❀ عباسی علما کا اجماعی عقیدہ ہے:

مَنْ سَبَّ سَيِّدَتَنَا عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا فَلَا حَظَّ لَهٗ فِي الْإِسْلَامِ.

''جس نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو برا بھلا کہا، اس کا اسلام میں کوئی حصہ نہیں۔''

(المُنْتَظَم في تاريخ المُلُوك والأمَم لابن الجَوزي : 281/15، وسندهٗ صحيحٌ)

❀ علامہ فخر رازی رحمہ اللہ (٦٠٦ھ) فرماتے ہیں:

اَلْإِفْكُ أَبْلَغُ مَا يَكُونُ مِنَ الْكَذِبِ وَالْإِفْتِرَاءِ ...... وَأَجْمَعَ الْمُسْلِمُونَ عَلٰى أَنَّ الْمُرَادَ مَا أُفِكَ بِهٖ عَلٰى عَائِشَةَ، وَإِنَّمَا وَصَفَ اللّٰه تَعَالٰى ذٰلِكَ الْكَذِبَ بِكَوْنِهٖ إِفْكًا لِأَنَّ الْمَعْرُوفَ مِنْ حَالِ عَائِشَةَ خِلَافُ ذٰلِكَ لِوُجُوهٍ؛ أَحَدُهَا : أَنَّ كَوْنَهَا زَوْجَةً لِلرَّسُولِ صَلَّى اللّٰه عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَعْصُومِ يَمْنَعُ مِنْ ذٰلِكَ.

''افک جھوٹ اور افترا سے زیادہ بڑا لفظ ہے۔......مسلمانوں کا اجماع ہے کہ اس سے مراد وہ تہمت ہے، جو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا پر لگائی گئی۔ اللہ تعالیٰ نے اس جھوٹ پر ''افک'' کا لفظ استعمال کیا۔ کیونکہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی سیرت کئی لحاظ

سے اس (الزام وتہمت) کے برعکس تھی، جن میں سے ایک یہ کہ سیدہ رضی اللہ عنہا معصوم رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ تھیں، جو کہ ایسی غلطی سے مانع ہے۔''

(تفسير الرازي : 337/23)

❀ علامہ ابن جزی غرناطی رحمہ اللہ (۷۴۱ھ) فرماتے ہیں:

اَلْخَيْرُ فِي ذٰلِكَ مِنْ خَمْسَةِ أَوْجُهٍ؛ تَبْرِئَةُ أُمِّ الْمُؤْمِنِينَ، وَكَرَامَةُ اللّٰهِ لَهَا بِإِنْزَالِ الْوَحْيِ فِي شَأْنِهَا، وَالْأَجْرُ الْجَزِيلُ لَهَا فِي الْفِرْيَةِ عَلَيْهَا، وَمَوْعِظَةُ الْمُؤْمِنِينَ، وَالْاِنْتِقَامُ مِنَ الْمُفْتَرِينَ .

''واقعہ افک میں پانچ اعتبار سے خیر تھی؛ ① ام المومنین کی برأت کر دی گئی، ② اللہ تعالیٰ نے سیدہ کی شان میں وحی نازل کر کے ان کی عزم افزائی فرمائی، ③ اس جھوٹے الزام پر (صبر کرنے سے) سیدہ کو بہت بڑا اجر ملا، ④ مومنوں کو وعظ ونصیحت کی گئی ⑤ جھوٹے الزام لگانے والوں سے انتقام لیا گیا۔''

(تفسير ابن جزي : 63/2)

(سوال): کیا فضائل میں ضعیف روایت حجت ہے؟

(جواب): ضعیف روایت حجت نہیں، نہ عقائد میں، نہ مسائل میں اور نہ فضائل میں۔ فضائل بھی دین ہیں۔ جن اہل علم کے ہاں فضائل میں ضعیف روایت قبول ہے، ان کا بھی مطلب یہ ہے کہ وہ روایت قوت کے کم تر درجہ میں ہوتی ہے، جس پر ضعیف کا اطلاق ہو جاتا ہے، ورنہ وہ حقیقت میں ضعیف نہیں ہوتی۔

❀ امام ابن حبان رحمہ اللہ (354ھ) فرماتے ہیں:

لَمْ أَعْتَبِرْ ذٰلِكَ الضَّعِيْفَ لِأَنَّ رِوَايَةَ الْوَاهِي وَمَنْ لَّمْ يَرْوِ سِيَّانِ .

''میں نے اس ضعیف راوی کا اعتبار نہیں کیا، کیونکہ کمزور راوی کی روایت نہ ہونے کے برابر ہے۔'' (الثّقات : 159/9)

❀ نیز فرماتے ہیں:

كَأَنَّ مَا رَوَى الضَّعِيْفُ وَمَا لَمْ يَرْوِ فِي الْحُكْمِ سِيّانِ .

''گویا کہ ضعیف کی روایت حکم میں نہ ہونے کے برابر ہے۔''

(كتاب المجروحين :328/1، ترجمة سعيد بن زياد الدّاري)

❀ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ (852ھ) فرماتے ہیں:

لَا فَرْقَ فِي الْعَمَلِ بِالْحَدِيْثِ فِي الْأَحْكَامِ أَوْ فِي الْفَضَائِلِ، إِذِ الْكُلُّ شَرْعٌ .

''احکام یا فضائل میں حدیث پر عمل میں کوئی فرق نہیں، کیونکہ دونوں (فضائل اور احکام) شریعت ہی تو ہیں۔''

(تبيين العَجَب بما ورد في شهر رَجَب، ص 2)

سوال: جس حدیث کا معنی صحیح ہو، تو کیا اس سے سند بھی صحیح قرار پائے گی؟

جواب: سند کے صحیح یا حسن ہونے کے لیے محدثین کے اُصول مقرر ہیں، انہی اُصولوں کی روشنی میں سند صحیح یا حسن یا ضعیف ہو سکتی ہے، معنی کے صحیح ہونے سے سند کا صحیح یا حسن ہونا لازم نہیں آتا۔

سوال: جس حدیث کی سند ضعیف ہو، تو وہ تجربہ کی وجہ سے قابل عمل ہو سکتی ہے؟

جواب: حدیث کی صحت وضعف کے اُصول مقرر ہیں، انہی کی روشنی میں ان پر حکم لگے گا، کسی حدیث کے متن کا تجربہ سے موافق ہونا اسے حجت نہیں بنائے گا۔

۞ ایک حدیث کے تحت حافظ سخاوی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

سَنَدُهٗ ضَعِيفٌ، لٰكِنْ قَالَ النَّوَوِيُّ : إِنَّهٗ جَرَّبَهٗ هُوَ وَبَعْضُ أَكَابِرِ شُيُوخِهٖ .

''اس کی سند تو ''ضعیف'' ہے، لیکن حافظ نووی رحمہ اللہ کا کہنا ہے کہ انہوں نے اور ان کے بعض اکابر نے اس کا تجربہ کیا ہے۔''

(الابتِهاج بأذكار المسافر والحاجّ، ص 39)

۞ حافظ سخاوی کے جواب میں علامہ البانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

اَلْعِبَادَاتُ لَا تُوْخَذُ مِنَ التَّجَارِبِ، سِيَّمَا مَا كَانَ مِنْهَا فِي أَمْرٍ غَيْبِيٍّ كَهٰذَا الْحَدِيثِ، فَلَا يَجُوزُ الْمَيْلُ إِلٰى تَصْحِيحِهٖ، كَيْفَ وَقَدْ تَمَسَّكَ بِهٖ بَعْضُهُمْ فِي جَوَازِ الْاِسْتِغَاثَةِ بِالْمَوْتٰى عِنْدَ الشَّدَائِدِ، وَهُوَ شِرْكٌ خَالِصٌ، وَاللّٰهُ الْمُسْتَعَانُ .

''عبادات تجربات سے اخذ نہیں کی جاتیں، خصوصاً ایسی عبادات جو کسی غیبی امر سے متعلق ہوں، جیسے یہ حدیث ہے، لہٰذا تجربے کو بنیاد بنا کر اسے صحیح قرار دینے کا میلان ظاہر کرنا جائز نہیں۔ یہ کیسے ممکن ہے، جبکہ بعض لوگوں نے اس سے مصیبتوں کے وقت مردوں سے مدد مانگنے پر بھی استدلال کیا ہے۔ یہ خالص شرک ہے، اللہ محفوظ فرمائے!''

(سِلسِلة الأحاديث الضّعيفة : 2/108-109، ح : 655)

سوال: کیا ایسا کچھ ثابت ہے کہ جس حدیث کو بیان کرتے ہوئے کوئی شخص چھینک دے، تو وہ حدیث حق ہے؟

(جواب): سند دین ہے۔ دین کا ہر امر سند سے ثابت ہوتا ہے۔ ہر قول وفعل کے ثابت اور غیر ثابت ہونے کا فیصلہ سند اور متن سے ہوتا ہے، جس کا بیڑا محدثین نے اٹھایا اور امت پر احسان کیا۔

بعض کہتے ہیں کہ جس حدیث کو بیان کرتے ہوئے کسی کو چھینک آ جائے، وہ حدیث حق ہوتی ہے، اسی طرح اگر کوئی گواہی دے رہا ہو اور مجلس میں موجود کسی فرد کو چھینک آ جائے، تو یہ علامت ہوتی ہے کہ گواہی دینے والا سچا ہے۔ یہ بے بنیاد بات ہے۔ اس پر کوئی ثابت دلیل موجود نہیں۔ اس بارے میں بعض روایات وارد ہوئی ہیں، ان کا احوال ملاحظہ ہو؛

❀ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے منسوب ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ حَدَّثَ بِحَدِيثٍ فَعَطَسَ عِنْدَهُ، فَهُوَ حَقٌّ .

''جو حدیث بیان کرے اور اسی دوران چھینک آئے، تو وہ حدیث حق ہے۔''

(فوائد تمام : 1005، المُعجم الأوسط للطّبراني : 6509)

جھوٹی روایت ہے۔

① بقیہ بن ولید تدلیس تسویہ کرتے ہیں، لہٰذا سند کے آخر تک سماع کی تصریح ضروری ہے۔

② ابو مطیع معاویہ بن یحییٰ اطرابلسی کی روایت ابو الزناد سے منکر ہوتی ہے۔ اس کی بعض روایات غیر محفوظ بھی ہیں۔

❀ امام ابن عدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

فِي بَعْضِ رِوَايَاتِهِ مَا لَا يُتَابَعُ عَلَيْهِ .

''اس کی بعض روایات میں اس کی متابعت نہیں کی گئی۔''

(الكامل في ضعفاء الرِّجال: 143/8)

۞ امام بیہقی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هُوَ مُنْكَرٌ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ .

''اس کی ابوالزناد سے روایت منکر ہوتی ہے۔''

(شُعب الإيمان، تحت الحديث: 8920)

❁ الکامل لابن عدی (۵/۲۹٦) والا طریق بھی باطل ہے۔

① عبداللہ بن جعفر بن نجیح ''ضعیف ومنکر الحدیث'' ہے۔

② عبدالرحمٰن بن یحییٰ بن زکریا کے حالات زندگی نہیں ملے۔

اس حدیث کے بارے میں:

۞ امام ابوحاتم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا حديثٌ كَذِبٌ .

''یہ جھوٹی حدیث ہے۔''

(علل الحديث: 2552)

۞ امام ابن عدی رحمہ اللہ نے اس روایت کو ''منکر'' قرار دیا ہے۔

(الكامل في ضعفاء الرِّجال: 141/8)

۞ حافظ ابن الجوزی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا حَدِيثٌ بَاطِلٌ .

''یہ حدیث باطل ہے۔''

(المَوضوعات: 77/3)

۞ علامہ ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

الْحِسُّ يَشْهَدُ بِوَضْعِهٖ لِأَنَّا نُشَاهِدُ الْعَطَّاسَ وَالْكَذِبَ يَعْمَلُ عَمَلَهٗ وَلَوْ عَطَسَ مِئَةُ أَلْفِ رَجُلٍ عِنْدَ حَدِيثٍ يُرْوٰى عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يُحْكَمْ بِصِحَّتِهٖ بِالْعِطَاسِ وَلَوْ عَطَسُوا عِنْدَ شِهَادَةِ زُورٍ لَمْ تُصَدَّقْ.

''مشاہدہ سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ حدیث من گھڑت ہے، کیونکہ ہم دیکھتے ہیں کہ چھینک لینے والے چھینک لے رہے ہوتے ہیں اور جھوٹ بولا جا رہا ہوتا ہے، نبی کریم ﷺ سے کوئی حدیث روایت کی جائے اور ایک لاکھ بندے بھی چھینک لیں، تو بھی چھینکنے سے حدیث پر صحیح ہونے کا حکم نہیں لگایا جائے گا، اسی طرح اگر جھوٹی گواہی پر لوگ چھینک دیں، تب بھی اس گواہی کی تصدیق نہیں کی جائے گی۔''

(المَنار المُنيف، ص 51)

۞ حافظ بوصیری رحمہ اللہ نے اس کی سند کو ''ضعیف'' کہا ہے۔

(اتّحاف الخِيَرة المَهَرة : 143/6)

۞ علامہ مناوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

بِالْجُمْلَةِ هُوَ حَدِيثٌ ضَعِيفٌ.

''حاصل کلام یہ ہے کہ حدیث ضعیف ہے۔''

(فيض القدير : 117/6)

۞ علامہ عجلونی رحمہ اللہ نے سند کو ''ضعیف'' قرار دیا ہے۔

(كَشف الخفاء : 88/2)

❀ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے منسوب ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

أَصَدَقُ الْحَدِيثِ مَا عُطِسَ عِنْدَهُ .

''سب سے سچی حدیث وہ ہے، جسے بیان کرتے وقت چھینک آئے۔''

(المُعجم الأوسط للطّبراني : 3360)

روایت منکر ہے۔

عمارہ بن زاذان کی سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی روایت منکر ہوتی ہے۔

❀ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

يَرْوِي عَنْ أَنَسٍ أَحَادِيثَ مَنَاكِيرَ .

''یہ سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے منسوب منکر احادیث بیان کرتا ہے۔''

(الجرح والتّعديل لابن أبي حاتم : 366/6، وسندهٗ صحيحٌ)

❀ علامہ عجلونی رحمہ اللہ نے سند کو ''ضعیف'' قرار دیا ہے۔

(كَشف الخفاء : 88/2)

❀ علامہ محمد بن محمد ابن طاہر ردوانی مالکی نے اسے ''ضعیف'' قرار دیا ہے۔

(جمع الفوائد : 305/3)

❀ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے منسوب ہے:

لَعَطْسَةٌ وَاحِدَةٌ عِنْدَ حَدِيثٍ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ شَاهِدِ عَدْلٍ .

''حدیث بیان کرتے وقت آنے والی ایک چھینک مجھے عادل گواہ سے زیادہ محبوب ہے۔''

(نوادر الأصول للحكيم التّرمذي : 6/3، اللآلي المَصنوعة للسّيوطي : 243/2)

باطل روایت ہے۔

① قتادہ مدلس ہیں، سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا زمانہ نہیں پایا، لہٰذا سند منقطع ہے۔

② عمر بن ابی عمر بلخی ''مجہول'' ہے۔

③ قتادہ لیثی کے حالات زندگی نہیں ملے۔

④ سہیل کون ہے؟ معلوم نہیں ہو سکا۔

⑤ صاحب کتاب حکیم ترمذی معتبر نہیں۔

سوال: درج ذیل روایت کی سند کیسی ہے؟

❀ سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے:

وُلِدَ لِرَجُلٍ مِنَّا غُلَامٌ فَقَالُوا : مَا نُسَمِّيهِ؟ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : سَمُّوهُ بِأَحَبِّ الْأَسْمَاءِ إِلَيَّ حَمْزَةَ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ .

''ہم میں سے کسی کے ہاں بیٹا پیدا ہوا، تو گھر والوں نے پوچھا: اس کا کیا نام رکھیں؟ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس کا وہی نام رکھیں، جو مجھے سب سے زیادہ محبوب ہے، یعنی حمزہ بن عبد المطلب۔''

(الشّريعة للآجري : 1723، المُستدرك للحاكم : 4888)

جواب: سند ضعیف ہے۔

① یعقوب بن حمید بن کاسب ''ضعیف'' ہے۔

② سفیان بن عیینہ مدلس ہیں، سماع کی تصریح نہیں کی۔

سوال: درج ذیل روایت کی سند کیسی ہے؟

❀ سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے:

مَا رَأَى الْمُسْلِمُونَ حَسَنًا فَهُوَ عِنْدَ اللّٰهِ حَسَنٌ وَمَا رَآهُ الْمُسْلِمُونَ سَيِّئًا فَهُوَ عِنْدَ اللّٰهِ سَيِّءٌ ....

''جسے مسلمان اچھا خیال کریں، وہ اللہ کے ہاں بھی اچھا ہے اور جسے مسلمان برا خیال کریں، وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں بھی برا ہے......''

(مسند الإمام أحمد :379/1، المستدرك للحاكم : 78/3، ح : 4465)

جواب: اس کی سند حسن ہے۔ اسے امام حاکم رحمہ اللہ نے ''صحیح الاسناد'' اور حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے ''صحیح'' کہا ہے۔

حافظ سخاوی رحمہ اللہ (المقاصد الحسنة : ٩٥٩) **اور علامہ محمد طاہر پٹنی** (تذكرة الموضوعات، ص ٩١) **نے اسے ''حسن'' کہا ہے۔**

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ (تحفة الطّالب : ٣٣٤) **نے اس کی سند کو ''جید'' اور حافظ ابن حجر** رحمہ اللہ (الدراية : ١٨٧/٢) **نے اس کی سند کو ''حسن'' کہا ہے۔**

یہاں عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی مراد مسلمانوں کا اجماع ہے اور اجماع فی نفسہ حجت ہے، لہٰذا اس سے بدعت کا جواز نہیں نکلتا۔

علامہ ابن ابی العز حنفی رحمہ اللہ (٧٩٢ھ) فرماتے ہیں:

اَلصَّحِيحُ أَنَّهٗ مِنْ كَلَامِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُودٍ، وَلَا يَدُلُّ عَلٰى أَنَّهٗ مَا رَآهُ بَعْضُ الْمُسْلِمِينَ حَسَنًا فَهُوَ عِنْدَ اللّٰهِ حَسَنٌ، وَإِنَّمَا يَدُلُّ عَلٰى أَنَّ مَا رَآهُ الْمُسْلِمُونَ كُلُّهُمْ حَسَنًا؛ لِأَنَّ الْأَلِفَ وَاللَّامَ لِلْعُمُومِ بِمَنْزِلَةِ كُلٍّ، وَهٰذَا يَكُونُ إِجْمَاعًا وَّلَا كَلَامَ فِيهِ .

''اصل میں یہ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا کلام ہے، یہ اس بات پر دلیل نہیں کہ جس عمل کو بعض مسلمان اچھا کہیں، وہ اللہ کے ہاں بھی اچھا ہی ہو، اس سے مراد یہ ہے کہ جس عمل کو تمام کے تمام مسلمان اچھا کہیں وہ اللہ کے ہاں بھی اچھا ہے، اس قول میں الف لام عموم کے لئے ہے، جس میں تمام مسلمان شامل ہیں اور یہ اجماع ہے، اس بارے میں کلام کی گنجائش ہی نہیں۔''

(التّنبيه على مشكلات الهداية : ٤٩٩/١)

سوال: درج ذیل روایت کی سند کیسی ہے؟

❀ سیدنا ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِنَّ اللّٰهَ لَيَطَّلِعُ فِي لَيْلَةِ النِّصْفِ مِنْ شَعْبَانَ فَيَغْفِرُ لِجَمِيعِ خَلْقِهِ إِلَّا لِمُشْرِكٍ أَوْ مُشَاحِنٍ .

''اللہ تعالیٰ پندرہ شعبان کی رات کو خصوصی توجہ فرماتے ہیں اور اپنی تمام مخلوق کو ماسوائے مشرک اور کینہ پرور کے معاف کر دیتے ہیں۔''

(سنن ابن ماجه : 1390، السّنّة لابن أبي عاصم : 510)

جواب: اس کی سند ضعیف ہے۔

① ابن لہیعہ ''ضعیف و مدلس و مختلط'' ہے۔

② زبیر بن سلیم ''مجہول'' ہے۔

③ عبدالرحمٰن بن عرزب بھی ''مجہول'' ہے۔

❀ ابن ماجہ کی دوسری سند بھی ضعیف ہے۔

① ابن لہیعہ ''ضعیف و مدلس و مختلط'' ہے۔

② ولید بن مسلم ''تدلیس تسویہ'' کرتے ہیں۔

③ ضحاک بن ایمن ''مجہول'' ہے۔

سوال: درج ذیل روایت کی سند کیسی ہے؟

❀ سات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے منسوب ہے:

نَهٰى أَنْ يَبُولَ الرَّجُلُ وَفَرْجُهٗ بَادٍ إِلَى الشَّمْسِ وَالْقَمَرِ .

''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے کہ کوئی شخص قضائے حاجت کے وقت شرمگاہ کو سورج اور چاند کی طرف ظاہر کرے۔''

(كتاب المناهي للحكيم التّرمذي نقلًا من التّلخيص الحبير لابن حجر :302/1)

جواب: جھوٹی روایت ہے۔

① عباد بن کثیر ثقفی ''متروک'' ہے۔

② عثمان الاعرج کے حالات زندگی نہیں ملے۔

③ صاحب کتاب حکیم ترمذی معتبر نہیں۔

❀ علامہ ابن صلاح رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

ضَعِيفٌ لَا يُعْرَفُ .

''روایت ضعیف اور غیر معروف ہے۔''

(شرح مشكل الوسيط :169/1)

❀ حافظ نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

ضَعِيفٌ بَلْ بَاطِلٌ .

''یہ حدیث ضعیف ہے، بلکہ باطل ہے۔''

(المَجموع : 94/2)

۞ حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے ''منکر'' کہا ہے۔

(میزان الاعتدال : 60/3)

۞ حافظ ابن ملقن رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا غَرِيبٌ لَمْ أَقِفْ عَلٰى مَنْ خَرَّجَهٗ بَعْدَ شِدَّةِ الْبَحْثِ عَنْهُ .

''یہ منکر روایت ہے، کافی تلاش کے باوجود معلوم نہیں ہو سکا کہ کسی (معتبر) مصنف نے اسے نقل کیا ہو۔''

(البدر المُنير : 304/2)

۞ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هُوَ حَدِيثٌ بَاطِلٌ لَا أَصْلَ لَهٗ بَلْ هُوَ مِنِ اخْتِلَاقِ عَبَّادٍ .

''یہ باطل اور بے اصل حدیث ہے، بلکہ یہ عباد بن کثیر کی گھڑنتل ہے۔''

(التّلخيص الحبير :302/1)

۞ نیز ''موضوع'' بھی کہا ہے۔

(تهذيب التّهذيب : 93/5)